عشق کے قیدی (قسط:۱۳)

ظفر جی

سینٹ بارتھیلومیوڈے

موسمِ بہار کی آمد آمد تھی اور موسم کافی خوشگوار تھا۔شہر کے حالات جاننے کے لئے ہم موتی بازار سے مستی گیٹ بازار کی طرف باپیادہ جا رہے تھے۔بازار بالکل سنسان پڑے تھے۔دُور سنہری مسجد کی طرف سے کچھ نعروں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔شاید کوئی جلوس آ رہا تھا۔اس دوران اچانک فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے فضاء گونج اُٹھی۔بے شمار پرندے جھاڑیوں سے اُڑ کر فضاء میں چکّر لگانے لگے۔اس کے ساتھ ہی ایک عجیب بے ہنگم شور سنائی دیا۔ہم صورتحال جاننے کے لئے ہٹہ بازار کی طرف دوڑے تو سامنے سے ایک سول وین مستی گیٹ بازار طرف مڑی۔

"سائیڈ پکڑو.....سائیڈ..." چاندپُوری چلائے۔

ہم نے جلدی سے ایک دیوار کی اوٹ لی اور ایک چھید سے باہر دیکھنے لگے۔وین ہم سے کوئی دوسو قدم کے فاصلے پر آ کر رُکی۔اس میں لمبے بالوں والے تین چار جوان نکلے۔جنہوں نے فوجی وردیاں پہن رکھی تھیں۔انہوں نے دیوار کی سمت دو تین اندھا دھند بلٹ فائر کئے اور گاڑی میں بیٹھ کر رفوچکّر ہو گئے۔دونوں گولیاں قریبی دوکان کے فرنٹ پر لگیں اور کچھ فرش اکھڑ کر ہمارے اوپر آ گرا۔

" کیا ہو رہا ہے یہ؟" میں نے پھولی سانس سے کہا۔"فوجی ہمیں کیوں مار رہے ہیں؟ "

"فوجی نہیں، ''خلیفۂ قادیان'' کے رضا کار ہیں۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ "

" کیا ہوا؟ "

"شہر میں قتل وغارت کا ٹھیکہ مرزائیوں کو مل گیا۔چلو اب نکلو یہاں سے۔"

ہٹہ بازار میں ہمیں صرف ایک ہی ذی روح نظر آیا۔پینٹ کوٹ والا ایک بوڑھا کرسچیئن جو کُچھّا گراں کی طرف بھاگ رہا تھا۔اس کے گلے میں بڑی صلیب بری طرح جھول رہی تھی۔

"مسٹر گین....مسٹر گین؟" چاندپوری نے آواز دی۔

"مسٹر گین؟ "

"لاہور بلدیہ کا انچارج ہے....ایک منٹ....مسٹر گین....مسٹر گین....مسٹر گین...." انہوں نے دوبارہ آواز لگائی۔

مسٹر گین یکا یک رُکے۔ گلے میں پڑی صلیب کو چوما اور چلائے۔ "اِٹس سینٹ بارتھیلو میوڈے....رن اَوے "

اس بعد وہ ہولی جوسس...ہولی جوسس کرتے ایک گلی میں گھس گئے۔

"سینٹ بارتھیلو میوڈے؟"

"ریاست اور مذہب کے بیچ ہونے والی سب سے بڑی جنگ، جس میں ہزاروں پادریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا....اللہ پاکستان پر رحم فرمائے! "

ہم موتی مسجد کے قریب پہنچے تو سڑک پر خون ہی خون پڑا تھا۔ وہ دن لاہور کی تاریخ میں سینٹ بارتھیلو میوڈے ہی تھا۔ پولیس نے بھی اس روز دل کھول کر فائرنگ کی اور پراسرار جیپ پر سوار قادیانی دہشت گرد بھی شرح صدر سے گولیاں چلاتے رہے۔ سارا دن پولیس گولیوں اور سنگینوں سے تحریک کے جوش کو ٹھنڈا کرتی رہی اور مسلمان خونِ جگر دے کر عقیدۂ ختم نبوت کی آبیاری کرتے رہے۔ صبح صبح بھاٹی دروازے کے قریب سے گزرنے والے ایک جلوس کو پولیس نے کرفیو کی خلاف ورزی قرار دے کر بھون ڈالا۔ نولکھا بازار میں بھی ایک جلوس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ سرکلر روڈ بیرون دہلی دروازہ سے گزرنے والے ایک جلوس پر بھی گولیاں برسائی گئیں۔ چودھری محمد حسین ایس پی نے میکلوڈ روڈ کے ایک جلوس پر اندھا دھند فائرنگ کر کے اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا۔ نسبت روڈ پر آغا سلطان احمد نے فائرنگ کی اور جلوس پر گولیاں برسائیں۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر موچی دروازہ نے بھی ایک جلوس پر گولیاں برسا کر شرکاء کے جسم و جان ہی نہیں، قلب و جگر کو چھید ڈالا۔ چائنیز لنچ روم مال روڈ پر پندرہ سے بائیس سالہ نوجوانوں کا ایک مختصر سا گروہ کلمہ طیّبہ کا وِرد کرتے ہوئے برآمد ہوا۔ ایک بے ضمیر ڈی آئی جی ملک حبیب اللہ نے اُسے بلا اشتعال فائرنگ کا نشانہ بنایا۔ شہید ہونے والے آٹھ دس نوجوانوں کی لاشوں کو ملک نے ٹرکوں میں اس طرح پھینکوایا، جیسے شکار کئے جانے والے جانور پھینکے جاتے ہیں۔

دہلی دروازہ کے قریب سے ایک بارات گزر رہی تھی۔ اچانک سامنے سے فائرنگ کی آواز آئی اور پولیس کے کچھ جوانوں نے بارات کو معذرت کر کے واپس جانے کا حکم سنایا۔ حقیقتِ حال معلوم ہونے پر دُولہا کی بوڑھی ماں نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا:

"بیٹا....آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں، اب آخرت میں کروں گی۔ تمہاری بارات میں سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ والہ وسلّم کو مدعو کروں گی۔ جاؤ اور ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلّم پر پروانہ وار نثار ہو جاؤ۔ "

سعادت مند بیٹا ختم نبوت، زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھا اور سینے پر گولی کھا کر ناموسِ رسالت صلّی اللہ علیہ والہ وسلم پر اپنی جان وار گیا۔

پورا لاہور فائرنگ کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہا تھا۔ پولیس باؤلے کُتّے کی طرح تاک تاک کر نشانے باندھ رہی تھی۔ جگہ جگہ ختمِ نبوت کے پروانوں کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ دہلی دروازہ سے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے اور لوگ دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت و ناموس پر جانیں نچھاور کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب کچھ سکون ہوا تو ایک بوڑھا اپنے پانچ سالہ معصوم بچّے کو کندھے پر اٹھائے نکلا۔ باپ نے ختمِ نبوت کا نعرہ لگایا تو معصوم نے توتلی زبان میں جواباً زندہ باد کہا۔ اسی اثناء میں دو گولیاں فائر ہوئیں اور دونوں کو چھلنی کر گئیں۔

رات دیر گئے تک حق و باطل کا یہ معرکہ جاری رہا اور اہلِ حق اپنے سینوں پر گولیاں کھا کھا کر شہادت کے جام پیتے رہے۔ پولیس لاشیں اٹھا اٹھا کر چھانگا مانگا کے جنگلوں میں گڑھے کھود کر دفن کرتی رہی۔ مسجدِ وزیر خان سے بعد نمازِ مغرب 25 عاشقانِ صادق کے جنازے اٹھائے گئے۔

تا ابد چمکیں گے یہ نور کے ہالے تیرے ہاتھ باندھے ہیں کھڑے چاہنے والے تیرے
معرکۂ بدر و احد اور کبھی کرب و بلا کیسے اندازِ محبت ہیں نرالے تیرے

رات ہوئی تو لوگ گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر اذانیں دینے لگے۔ لاہور میں کوئی گھر ایسا نہ تھا، جہاں شہداء کا تذکرہ نہ تھا۔ پورا شہر ہنگامہ زار بنا ہوا تھا۔ رات بھر دُور دُور تک مہیب اور ہولناک شور کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

....

رات ایک بجے ہوم سیکرٹری، آئی جی، ڈی آئی جی، جنرل اعظم خان اور بعض دوسرے فوجی افسران وزیرِ اعلیٰ کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ وزیرِ اعلیٰ انتہائی بے تابی سے ان سب کا انتظار کر رہے تھے۔ ادھر یہ لوگ پہنچے، ادھر اجلاس شروع ہو گیا۔ "ٹُونٹس سائلنس اِن دی گریف آف مارٹائر... ڈی ایس پی سیّد فردوس شاہ!" وزیرِ اعلیٰ نے کہا اور سب لوگ سوکھی توری کی طرح منہ لٹکا کر بیٹھ گئے۔

دو منٹ کی مہیب خاموشی کے بعد وزیرِ اعلیٰ نے سکوت توڑا۔

"آج کا دِن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔ شر پسندوں نے دِن دیہاڑے ایک بہادر ڈی ایس پی کو نہ صرف موت کے گھاٹ اتارا، بلکہ اس کی لاش بھی مسخ کر دی۔ ثابت ہوا کہ اس تحریک کا مقصد ملک میں قتل و غارت گری کے سوا کچھ نہیں، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ پولیس اور فوج مل کر بھی، شہر کو اِن شر پسندوں سے خالی نہیں کرا سکے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیوں

؟ویئرَاِز دی پرابلم؟ "

"سر! دوپہر سے لے کر اب تک پولیس مسلسل گولیاں چلا رہی ہے۔" آئی جی نے بتایا۔

"ہم دس کو مارتے ہیں۔ اُن کی جگہ بیس اور آن کھڑے ہوتے ہیں۔ دِس اِز ریڈیکولس۔ آئی تھنک ناوَ ملٹری شُڈ کمپلیٹ لی ٹیک اووَر دی چارج!"

" کیوں جنرل صاحب! آر یُو رَیڈی ٹُو کم اَپ اِن دی فرنٹ؟" وزیرِ اعلیٰ نے پوچھا۔

جنرل اعظم نے جیب سے کچھ کاغذات نکالے، اور نظر کا چشمہ درست کرتے ہوئے گویا ہوئے:

"سر! پہلے میں آپ کو مِلٹری ایڈ ٹو سِول پاور کی وضاحت کر دوں۔ "

"دیکھئے جنرل صاحب! یہ قانونی وضاحتوں کا وقت نہیں... اِٹس وار! اب فوج کو توپ و تفنگ سمیت میدان میں اترنا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہر گلی، ہر چوک میں ایک پولیس افسر کی لاش پڑی ہوگی۔ "

" سر! توپ خانہ وہاں استعمال ہوتا ہے، جہاں دشمن بھاری ہتھیار لئے سامنے کھڑا ہو۔ کراوڈ کے ہاتھ میں بوتلیں اور ڈنڈے ہیں۔ طاقت کے بے جا استعمال سے مسائل پیدا ہوں گے۔" جنرل نے کہا۔

" ٹھیک ہے، لیکن سم وَن ہیوٹو ڈُو سم تھنگ فار دِس بُل شِٹ! اس تحریک کو سختی سے کچلنا ہماری مجبوری ہے۔ ورنہ کل کوئی اور تحریک اُٹھ کھڑی ہوگی۔ برٹش راج کو بھی اِن ملاؤں نے پریشان کئے رکھا اور اب پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تُل گئے ہیں۔ "

" سر! آئین کے مطابق فوج جو کردار ادا کر سکتی ہے، کر رہی ہے۔ امن وامان کی بنیادی ذمّہ داری پولیس کی ہی ہے۔ بارڈر پولیس بھی اس کے ساتھ ہے۔ اگر کسی ایریا میں حالات پولیس کی دسترس سے باہر ہو گئے تو فوج آٹومیٹیکلی وہاں ٹیک اوور کر لے گی۔!"

" حیرت ہے! یعنی آپ کے خیال میں اب تک کے حالات بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں؟" آئی جی نے کہا۔

" آف کورس! سوائے ایک پرتشدد واقعہ کے اور کچھ نہیں ہوا۔ کہیں کوئی پراپرٹی، کوئی گاڑی نہیں جلی۔ کوئی توڑ پھوڑ نہیں ہوئی۔ ان حالات میں طاقت کا اتنا ہی استعمال کیا جائے جتنا مناسب ہے۔ "

مسجدِ وزیر خان سے اذانِ فجر بلند ہوئی تو یہ اجلاس ختم ہوا۔

(جاری ہے)